شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا

صاحب مہاجر مدنی رح

کے چند سبق آموز واقعات

از

حضرت اقدس **صوفی محمد اقبال** صاحب

مہاجر مدنی قدس اللہ سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ

کے چند سبق آموز واقعات

مرتّبہ

حضرت اقدس صُوفی **مُحمّد اقبَال** صَاحب (مدنی)

معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ

حضرت جناب آفتاب احمد (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکتبہ اقبالیہ

نور حراء پبلیشرز

ای میل: noorbari786@gmail.com فون: 0092-312-2502281

٤ ربیع الاول ١٤٤٤

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس اللہ سرہٗ کے چند سبق آموز واقعات

از حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس اللہ سرہٗ

عبادات کے اہتمام کے ساتھ صفائی معاملات کی اہمیت ...... اللہ والوں کی ادنیٰ گرانی سے بچنے کا اہتمام ...... قرض کی واپسی میں تساہل پر تنبیہ ...... اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا ...... اصلاح چند روز میں نہیں ہوتی ...... شیخ کی اطاعت کی اہمیت ......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

حضرت شیخ دامت برکاتہم کے چند واقعات جو بندے کے سامنے یا بندے کے ساتھ پیش آئے:

تمہید: ان واقعات کو اپنی اصلاح کے لیے لکھتا ہوں، تاکہ وقتاً فوقتاً ان کو پیشِ نظر رکھنے اور پڑھتے رہنے سے اتباع کا جذبہ بیدار اور ان پر عمل کرنے کا زیادہ سے زیادہ اہتمام ہو، اور دوسرے ہم مسلک احباب بھی ان کو پڑھ کر نفع اُٹھائیں۔

حضرتِ اقدس بیعت کے بعد معمولات کا پرچہ اہتمام سے دیا کرتے ہیں۔ اس پرچے میں پندرہ نمبر ہیں۔ اگر صرف اَوراد واَذکار کی بات ہوتی تو وہ بہت مختصر تھی۔ زبانی بھی بتائی جاسکتی تھی۔ سلوک کے ذکر وشغل سے متعلق تو پرچے میں صرف اتنا ہی کچھ لکھا ہے کہ کچھ عرصہ ابتدائی ضروری باتوں کی پابندی کرنے کے بعد اگر کسی کو مزید شوق ہو اور فرصت وقوت بھی ہو تو ذکر پوچھ لیا جائے ورنہ نہیں۔ زیادہ اہتمام حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی یا ان کی مکافات یا معاف کرانے کا ہے۔ اس سلسلے میں مزید

بصیرت کے لیے ہر نمبر سے متعلق کتابوں کا بھی ذکر ہے اور ہر نمبر پر عمل کرنے کی کیفیت اور حالت سے مطلع کرنے اور مزید ہدایات حاصل کرتے رہنے کا بھی حکم ہے۔

ایک پُرانے ذاکر شاغل صاحب کو بیعت کی اجازت دینے سے کچھ روز پہلے حضرتِ اقدس نے معمولات کا پرچہ خصوصی طور پر دیا اور اس کا بغور مطالعہ کرنے کا حکم دیا۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت والا کی نظر میں معمولات ومعاملات کی کس قدر اہمیت ہے۔

سلوک کے اوراد واشغال اور اذکار وتسبیحات کی لائن چاہے کتنی ہی عظمت وفضیلت کی حامل ہے، لیکن وہ بہر حال اصلاً مستحب ہے اور ان نمبروں کے مندرجات فرائض وواجبات کا درجہ رکھتے ہیں اور سلوک کی لائن کی مقدم ترین شرائط ہیں لہٰذا ذکر وشغل سے پورا نفع ان کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

جیسے کوئی شخص حرام کھانا کھا کر، پاک صاف حرام لباس پہن کر، حرام خوشبو لگا کر خوب خشوع وخضوع سے نماز پڑھے اور مغفرت کی دعائیں مانگے یا غیبت وکذب بیانی اور لوگوں کی حق تلفیوں میں ناجائز نفع اندوزیوں میں منہمک ہونے کے ساتھ ساتھ روزے رکھے تو اگرچہ فقہی حکم کے اعتبار سے تو یہ نماز روزہ صحیح ہیں اور فریضہ ادا ہو جائے گا مگر سلوک اور تصوف کے مسلک کے لحاظ سے یہ نماز وروزہ بیکار ہے بلکہ غلط فہمی میں پڑ کر مزید گمراہی وکجراہی کا سبب بن سکتا ہے۔

اسی لیے حضرت اقدس کا حکم ہے کہ اکمال الشیم اور ارشاد الملوک کا مطالعہ ضرور جاری رکھا جائے۔ اس لیے کہ ان کتابوں میں بھی انہی امور پر زور دیا گیا ہے ارشاد الملوک کے صفحہ ۴۲ پر پرچہ معمولات صفحہ ۲ کی عبارت بعینہ موجود ہے۔ لکھا ہے کہ:

کھانے پینے اور لباس کی اصلاح ان تمام باتوں پر مقدم ہے کیوں کہ ان کی درستی کے بغیر ترقی ہرگز نہیں ہوسکتی حدیث شریف میں آیا ہے کہ حلال کی طلب ایمان کے بعد فرض ہے۔ بعض صوفیہ نے فرمایا ہے کہ حلال کی طلب یوں تو ہر مسلمان پر فرض ہے مگر اس گروہ پر (جو سلوک اختیار کرتا ہے) ضرورت کی حد سے بھی زیادہ فرض ہے اور ان تینوں چیزوں کی اصلاح کے بعد احکام شریعت کے جو فرائض نماز روزہ وغیرہ فوت ہوئے ہوں اس کی قضا کرے اس کے بعد حقوق العباد جن کو تلف یا ہضم کیا ہو ان کے مالکوں کو لوٹائے۔ اسی طرح غیبت، چغلی، وعدہ خلافی وغیرہ کا آخر تک ذکر چلا گیا ہے اور الحکم کا یہ جملہ تو اس مسئلہ میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، واجبات کی ادائیگی میں سستی اور نفلی عبادات میں مسارعت کرنا ہوائے نفس کے اتباع کی علامت ہے۔

غرض حضرت اقدس سے محبت اور تعلق کا تقاضہ اور اس کا اصلی نفع اس بات میں مضمر ہے کہ حضرت کے اخلاق وعادات اور معاملات میں زیادہ سے زیادہ آپ کا اتباع کیا جائے اور انہی صفات کو اپنے اندر پیدا کیا جائے اسی مقصد کے تحت بطور نمونہ چند واقعات لکھتا ہوں اور احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ اس قسم کے جو واقعات ان کے ساتھ یا ان کے سامنے پیش آئے ہوں بندہ کو لکھ کر ضرور بھیجیں تاکہ یہ قیمتی ذخیرہ آئندہ کتابی شکل میں شائع کیا جاسکے۔

ان واقعات کی حیثیت محض تاریخی سوانح کی نہیں ہے، بلکہ مقصد تعلیم وتذکیر اور عبرت وموعظت ہے اور ذکر اللہ وعبادت الٰہی بھی پیش نظر ہے، اس لیے کہ یہ اللہ والوں کا ذکر ہے اور حدیث میں آیا ہے۔

إِذَا ذُكِرُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ ذُكِرُوْا. (ارشاد الملوک، صفحہ:۱۰۱)

اللہ والوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اللہ کا ذکر بھی ساتھ ہوتا ہے اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اللہ والوں کا ذکر بھی ساتھ ہوتا ہے۔

نوٹ: حضرتِ اقدس کے یہ چند واقعات صرف اخلاق وعادات اور معاملات سے متعلق ہیں، ظاہری اور باطنی علوم میں حضرت کی علوشان اور رفعت سے متعلق فضائل ومحاسن اور کرامات وخوارق سے متعلق واقعات واحوال تو احتیاج بیان سے بالاتر ہیں، اس لیے اس مجموعے میں ان کے لکھنے کا اہتمام نہیں کیا۔

وما توفيقي إلا بالله وهو حسبي ونعم الوكيل

واقعات

۱۔ بزرگوں کی رعایت اور ان کی ادنیٰ سی گرانی وپریشانی کی فکر:

ایک مرتبہ تقسیم ہند سے پہلے مولانا علی میاں صاحب رائے پور حاضری کے قصد سے سہارنپور آئے۔ صبح چائے پی کر فوراً ہی روانگی تھی۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم کے ہاتھ میں پانچ پانچ روپے کے دو نوٹ تھے اور ہر ایک سے دریافت فرمارہے تھے کہ کسی کے پاس دس روپے کا نوٹ ہے، جب نہ ملا تو باہر سے کسی دوکان سے ان دونوٹوں کے بدلے ایک نوٹ منگایا پھر جیب سے ایک لفافہ نکالا جس میں اور نوٹ بھی تھے ان میں یہ نوٹ رکھ کر علی میاں کو دیدیئے کہ حضرت رائپوری کی خدمت میں پیش کردیں بندہ سوچتا رہا کہ یہ کیا بات ہوئی نوٹ بدلنے کا اتنا اہتمام کیوں کیا گیا؟ لوگوں کے جانے کے بعد فرمایا: اس

لفافہ میں باقی دس، دس کے نوٹ تھے اگر حضرت گنیں گے تو دس، دس کا حساب سیدھا ہوتا ہے، بیچ میں پانچ پانچ کے نوٹ آجانے سے اُلجھن ہوتی اس لیے ایک سے کر دیے۔

۲۔ آئی ہوئی چیز کی واپسی کا اہتمام خواہ وہ کتنے ہی خاص خادم کی ہو:

ہدایا کے خالی برتنوں کی واپسی کا اہتمام تو خدام روزمرہ دیکھتے ہیں۔ ۱۳۸۹ھ میں مدینہ منورہ کے زمانۂ قیام میں الحاج مولانا عبدالحفیظ کے چچا جان زمزم شریف کا ایک ڈرم لائے۔ حضرت اقدس نے خدام کو فرمادیا کہ ڈرم خالی کر کے ان کو واپس کر دینا چار پانچ روز بعد جب وہ واپسی کے لیے مصافحہ کرنے مدرسۂ علوم شرعیہ میں آئے تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ ڈرم واپس مل گیا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ حضرت کا زمزم شریف چار جگہ ہوتا تھا۔ مسجد نور، مدرسہ علوم شرعیہ، بھائی حبیب اللہ کے مکان پر، اور بندہ کے غریب خانہ میں۔ اور ہم خدام بھی کئی تھے لیکن نگراں اور ذمہ دار صرف بھائی ابوالحسن تھے، اس وقت کسی کو معلوم نہ تھا کہ ڈرم کہاں ہے، مولانا سید اسعد صاحب بھی تشریف فرما تھے حضرت کو اس پر سخت گرانی ہوئی، غصہ کا عالم دیکھنے والا تھا، مولانا اسعد صاحب نے دبی زبان سے کہا بھی: یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ اس وقت واپسی کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر انہوں نے (یعنی چچا جان نے) سنا یا سمجھا نہیں، ہم سب پر خوب ڈانٹ پڑتی رہی، ایک صاحب غالبًا بھائی ابوالحسن یا سلیم سلمہ سائیکل پر مسجد نور گئے وہاں سے ڈرم لا کر بھائی حبیب اللہ کے ہاں خالی کیا، اس میں دیر لگنی ہی تھی۔ حضرت مغرب کی نماز کے لیے وضو فرما کر بجائے حرم شریف جانے کے دوبارہ کمرہ میں آبیٹھے کہ جب تک ڈرم نہیں آجاتا میں حرم شریف بھی نہیں جاؤں گا۔ یہیں نماز پڑھ لوں گا، ہم سب پر سکتہ کا عالم طاری تھا، چہرے فق تھے کہ ڈرم کا کچھ پتہ نہ تھا، آخر خدا خدا کر کے اذان سے پہلے ڈرم آگیا اور ان کے سپرد ہوا، ناواقف حضرات کے لیے یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ ڈرم لانے والے صاحب کے خاندان سے حضرت والا کے بہت گہرے تعلقات ہیں ذرہ برابر اجنبیت نہیں ہے۔ اگر ان کو اس شدتِ اہتمام کا وہم بھی ہو جاتا تو ڈرم کی واپسی کا شروع ہی میں انکار کر دیتے۔

۳۔ دوسرے کی چیز استعمال کرنے کی اجازت لینے میں اہتمام اگرچہ وہ کتنا ہی خادم خاص ہو، حاجی نسیم صاحب کی کار کا واقعہ:

۴۶،۴۷ھ میں بستی نظام الدین اولیاء دہلی میں قیام کے زمانہ میں ایک مرتبہ کسی تبلیغی کام کی ضرورت

سے کار کی ضرورت تھی۔ حاجی نسیم الدین بٹن والوں کو احباب جانتے ہی ہیں کہ ان کی کار گویا حضرت کی اپنی ہی ہوتی ہے اور اگر حضرت اس کو استعمال فرماتے ہیں تو حاجی صاحب اس کو اپنی بڑی سعادت اور انتہائی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ تو حضرت والا نے بندہ کو حکم فرمایا کہ ایک پرچہ حاجی صاحب کے نام لکھ دو کہ کار فارغ ہو تو ڈرائیور کے ساتھ بھیج دیں۔ بندہ نے مختصر سا پرچہ لکھ دیا۔ فرمایا: دکھاؤ کیا لکھا ہے؟ پرچہ دیکھ کر فرمایا: تم نے تو حکم نامہ کے طور پر لکھ دیا، جب دوسرے سے چیز مانگنا ہی پڑے تو مانگنے کے طریقہ سے مانگنی چاہیے (حضرت کے الفاظ تو یاد نہیں مطلب یہی تھا) پھر خود لکھوایا پورے القاب و آداب کے بعد لمبا سا مضمون کہ اگر کار بالکل فارغ ہو اور کوئی اشکال بھی نہ ہو تو تھوڑی دیر کے لیے بھیج دیں ورنہ ہرگز تکلیف نہ فرماویں وغیرہ وغیرہ (اس وقت بندہ کو ہو بہو الفاظ یاد نہیں ہے صرف تحریر کا اہتمام یاد ہے)۔

۴۔ کھجوروں کا پیکٹ اپنے خدام یا احباب سے کام لینے کے طریقہ کی تعلیم:

۹۱ھ کے قیام مدینہ منورہ کے زمانہ میں مولانا محمد یوسف متالا صاحب کچھ عرصہ حضرت کی خدمت میں رہ کر تعلیم وتبلیغ اور اپنی اصلاح کے مشاغل کی وجہ سے لندن چلے گئے۔ جب بھی کوئی لندن جانے والا مل جاتا حضرت ان کے لیے مدنی کھجووں کا پیکٹ بھیجا کرتے حاجی عبدالعزیز ''پاک محل'' والوں کے سمدھی سے۔ جن کی حضرت کے ہاں کئی مرتبہ دعوت بھی ہوئی تھی ویسے بھی حضرت اُن پر بہت شفقت اور توجہ فرماتے تھے۔ خوب تعلقات ہو گئے تھے اور وہ اونچے درجے کے تاجر بھی ہیں۔ جب وہ لندن جانے لگے تو حضرت نے پوچھ لیا کہ آپ بہت سہولت سے ایک پیکٹ کھجوروں کا لے جاسکیں تو میں بھیج دوں اُنہوں نے اس سعادت کو غنیمت سمجھا اور بہت ہی خوشی سے عرض کیا کہ ضرور لے جاؤں گا اور مجھے ان تک پہنچانے میں کسی قسم کی کوئی دقت یا تکلیف بھی نہ ہوگی۔ خود چلا جاؤں گا بہت آسان کام ہے، ٹیلی فون سے ان کو مطلع بھی کر دوں گا، صبح کو حضرت نے ایک پیکٹ منگوا کر اس پر انگریزی، اردو دونوں زبانوں میں پتا لکھوا کر مجھے دیا کہ ان کی قیام گاہ پر پہنچا دو ساتھ ہی ایک پرچہ لکھوایا کہ ''اگر مقامی طور پر پارسل کرنے میں سہولت ہو تو بذریعہ ڈاک بھیج دیں اور مصارف ڈاک یا کرایہ وغیرہ دس ریال ہمراہ بھیج رہا ہوں ان کو قبول فرمالیں امید ہے کافی ہوں گے اگر زیادہ خرچ ہوں تو مولوی یوسف صاحب سے لے لیں۔ وہ میرے حساب میں دے دیں گے''۔ اس کے بعد حضرت نے بندہ سے پوچھا: یہ کافی ہوں گے یا زیادہ دوں؟ بندہ نے عرض کیا: یہ بھی بہت ہیں، اور وہ لیں گے ہی

کب؟ فرمایا: ''جب پارسل کرنے کو کہا ہے تو ،میں مصارف ضرور بھیجنے چاہییں''۔ چناں چہ وہ صاحب ریال دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور بہت معذرت کے ساتھ واپس کیے۔

بندہ کو اس واقعہ کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ ایسے تعلقات میں ہم لوگوں کا عام طور پر رواج یہ ہے کہ کھجوریں بھی نہیں دی جاتیں اور صرف زبانی کہہ دیا جاتا ہے کہ وہاں ہمارے ایک خادم ہیں ان کے لیے کھجوروں کا ایک پیکٹ خرید کر لے جانا اور ہماری طرف سے ان کو دے دینا۔

ع ببین تفاوت رہ از کجا تا بہ کجا است

۵۔قرض کی واپسی میں تساہل پر تنبیہ، واقعہ، حج ۸۳ھ:

ایک خان صاحب قسم کے بڑے آدمی نے سفر میں حضرت والا سے قرض لیا غالباً جہاز میں لیا ہوگا (قرض لینے کی تفصیل بندہ کے علم میں نہیں) ان کو وہ رقم مکہ مکرمہ میں ادا کرنی تھی وہ صاحب خاصے رئیس اور خوشحال تھے حجاز میں چوں کہ پان ہر جگہ نہیں ملتے، حضرت والا ان صاحب کے لیے خصوصی طور پر پان منگوا کر دیا کرتے اگر وہ نہ آتے تو بندہ کے ہاتھ ان کے گھر بھیجا کرتے تھے۔

جب کچھ روز تک انہوں نے رقم کی ادائیگی کا نام تک نہ لیا اور حضرت کی مدینہ منورہ روانگی کے دن قریب آ گئے تو بندہ سے فرمایا: ''ان سے کہو کہ رقم ادا کردیں''۔ بندہ نے ان سے کہا تو انہوں نے ایک دوروز میں دینے کا وعدہ کیا مگر پھر بھی نہ دی۔تو حضرت اقدس نے پھر تقاضہ کروایا انہوں نے پھر ٹال مٹول کر دی۔اسی طرح تین چار مرتبہ ہوا آنحضرت کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کا دن آ گیا مگر بندہ کو کسی ضرورت کی بنا پر حضرت کے روانہ ہو جانے کے دو تین گھنٹے بعد مدینہ کا سفر کرنا تھا اس لیے حضرت نے گاڑی میں بیٹھ کر عین روانگی کے وقت فرمایا کہ: آتے ہوئے ان صاحب سے ایک دفعہ پھر ملتے آنا اور کہنا کہ'' آپ نے یہ اچھی بات نہیں کی، بندہ تعمیل حکم کی غرض سے ان کے پاس گیا تو انہوں نے ملتے ہی کہا: حضرت کی رقم لیتے جاؤ'' میں ان سے رقم لے کر جلدی جلدی سوار ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہو گیا اور جب ہماری گاڑی بدر شریف میں آ کر رکی تو دیکھا کہ حضرت کی گاڑی بھی کھڑی ہے اور حضرت والا قہوہ خانہ کی ایک کرسی پر آرام فرمار ہے ہیں میں یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ اچھا ہوا کہ حضرت کو مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ہی رقم مل جائے گی غالباً وہاں پہونچتے ہی خرچ کی ضرورت پیش آئے گی اور پیسے آپ کے پاس ہوں گے نہیں تب ہی تو رقم کی وصولی کا اتنا اہتمام فرمایا۔غرض میں خوشی خوشی کرسی کے قریب پہونچا تو حضرت نے

آنکھیں کھول دیں۔ بندہ نے مصافحہ کر کے عرض کیا: خاں صاحب نے پیسے دے دیئے'' اور جلدی سے جیب سے رقم نکال کر پیش کرنے لگا۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا: اپنے پاس ہی رکھو مجھے کیا کرنے ہیں تم دیکھتے ہو یہاں میرا تو کچھ خرچ ہی نہیں ہے۔'' مدینہ طیبہ پہونچ کر جب کسی وقت پھر وہ رقم پیش کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا: ''بس تم ہی رکھ لو مجھے نہیں ضرورت''۔ تب بندہ یہ سمجھا کہ قرض کی وصولی کا یہ اہتمام ضرورت کی بنا پر نہ تھا صرف صفائی معاملات کا تقاضہ تھا اور تعلیم و تنبیہ منظور تھی۔ وہ رقم غالباً پینسٹھ ریال کے قریب تھی۔

۶۔ ذمے داری کا احساس اور اس کی تعلیم:

۱۹۴۷ء میں جب حضرت شیخ دامت برکاتہم کا قیام بستی نظام الدین میں تھا۔ اس وقت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کی پہلی اہلیہ سخت بیمار تھیں۔ اسی بیماری میں وصال فرما گئیں (سجدہ کی حالت میں) رحمہا اللہ تعالیٰ۔ کسی بڑے ڈاکٹر کرنل صاحب کا علاج تھا وہ کسی کسی وقت آتے تھے لیکن دوا دینے اور مقررہ اوقات میں بار بار درجۂ حرارت دیکھ کر نوٹ کرنے کے ذمے دار تبلیغی احباب میں سے ایک چھوٹے ڈاکٹر صاحب تھے ایک دن حضرت نے ان سے دریافت فرمایا کہ اس وقت کتنا بخار تھا؟ انہوں نے عرض کیا: اس وقت معمولی بخار ہے''۔ حضرت نے فرمایا معمولی کا کیا مطلب؟ کتنا درجہ بخار ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ تھرمامیٹر تو نہیں لگایا ویسے ہی دیکھا ہے'' اس پر حضرت کو بہت غصہ آیا اور ان کو ڈانٹا کہ تھرمامیٹر کیوں نہیں لگایا؟ تم کو نبض کا کیا پتا؟ اب ڈاکٹر صاحب کو کیا بتاؤ گے؟ یہ لاپرواہی ناقابل برداشت ہے'' تھوڑی دیر بعد فرمایا: یہ تو تمہیں بھی معلوم ہے اور مجھے بھی پتہ ہے وہ تو جارہی ہے تھرمامیٹر لگانے سے بچ نہیں جائیگی لیکن چوں کہ مولانا محمد یوسف صاحب کو فرصت نہیں اس لیے اس کا علاج کرانا میں نے اپنے ذمے لیا ہوا ہے، اب علاج میں کوتاہی کرنے کی جواب دہی اللہ کے یہاں میرے ذمہ ہے اس لیے آپ کو یہ سب کچھ کہا گیا ہے''۔

۷۔ بزرگوں کی خدمت میں انتہائی محتاط رہنے کی ضرورت

بھائی حبیب اللہ صاحب کے ثلّاجہ (تھرمس) کا واقعہ:

۸۹ھ کے قیام مدینہ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ حضرت والا کے ایک مخلص خادم بھائی حبیب اللہ صاحب دہلوی ثم المدنی نے بندہ سے کہا کہ میں نے حضرت شیخ کے لیے ایک ثلّاجہ (تھرمس) خریدا ہے

وہ پیش کرنا ہے ابھی پیش کردوں یا حضرت کی ہندوستان روانگی کے وقت پیش کروں؟ میں نے کہہ دیا ''جب چاہو پیش کردواور نیک کام میں کیا دیر کرنا''۔ میری اس بات کو کسی نے سُن لیا اور حضرت اقدس کے سامنے ذکر بھی کردیا، حضرت والا یہ سمجھے کہ بندہ نے بھائی حبیب اللہ کو تھرمس پیش کرنے کی ترغیب دی ہے، حضرت کو بہت ہی ناگوار گزرا۔ ان دنوں بندہ بیمار تھا ہر وقت حاضر خدمت نہیں رہ سکتا تھا اس لیے حاضر ہونے کا حکم بھی آیا اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت بہت غصہ میں ہیں، حرم شریف سے نکلتے ہی سلام عرض کیا حضرت نے سلام کے جواب کے ساتھ ہی فرمایا: تم پر ہمارے قیام کا بہت بوجھ پڑ رہا ہے، اب ہم چلے ہی جائیں گے'' اتنا فرما کر حضرت قیام گاہ کی طرف روانہ ہوگئے بندہ نے ساتھیوں سے ناراضگی کا سبب معلوم کیا پتہ چلا کہ تھرمس کی بات ہے بندہ نے اسی وقت بھائی حبیب اللہ صاحب کو ساتھ لیا کہ اصل واقعہ وہ خود ہی عرض کردیں۔ حضرت نے کمرہ میں داخل ہوتے ہوئے پھر فرمایا: ''بہت طویل قیام ہوگیا'' بندہ رورہا تھا، روتے روتے عرض کیا: حضرت میں نے تو کسی سے بھی تھرمس کے لیے نہیں کہا، بھائی حبیب اللہ باہر کھڑے ہیں ان سے اصل واقعہ دریافت فرمالیں حضرت والا نے دیکھا بیمار بھی ہے اور زار و قطار رو بھی رہا ہے معاف فرمادیا اور اس سلسلہ میں کچھ پوچھ گچھ نہیں فرمائی بلکہ دوسری بات شروع فرمادی کہ دیکھو تمہیں کپڑوں کو بخور کرنا (دھونی دینا) آتا ہے، یہ بخور لے جاؤ، یہ کیسا ہے؟ بندہ نے روتے روتے عرض کیا حضرت! بہت بڑھیا ہے، فرمایا جاؤ بھاگ جاؤ۔

اس واقعہ کے بعد سے بندہ ایسے معاملوں میں بالکل الگ تھلگ رہتا ہے کوئی واسطہ بنانا چاہے یا مشورہ کرے بھی تو بندہ انتہائی روکھے پن سے صاف انکار کردیتا ہے۔

۸۔ دسترخوان پر مہمانوں کی حیثیت کا لحاظ رکھنا بھی اکرام ضیف اور آداب مہمان نوازی میں داخل ہے:

دہلی بستی نظام الدین کا واقعہ ہے کہ ۴۷ء کے فسادات کے زمانہ میں جب حضرت والا کا قیام بستی نظام الدین میں تھا تو اس وقت دو سو کے قریب مہمان وہاں موجود تھے جو سب کے سب مسجد ہی میں محصور تھے آٹا ختم ہوگیا، گیہوں پسوانے کی کوئی صورت نہ تھی، ثابت گندم ہی لنگر میں پکتی تھی اور بعد میں وہ بھی ختم ہوگئی، لیکن بہت سے جانور آگئے تھے قربانی کے گوشت کی طرح محض گوشت ہی سے پیٹ بھرا جاتا تھا، ان دنوں مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ کے گھر میں کوئی میواتن تھوڑا سا آٹا چھوٹی سی چکی سے پیس لیتی تھی، اس کی چند

چپاتیاں پکتی تھیں۔ مولانا مرحوم چوں کہ اپنا کھانا گھر سے منگاتے تھے اس لیے ایک چھوٹا سا دسترخوان ان کے کمرہ میں بچھتا تھا باقی سارا مجمع باہر لنگر کا کھانا کھاتا تھا۔ اس چھوٹے دسترخوان پر کبھی کبھار کوئی خصوصی مہمان بھی ہوتا تھا حضرت اقدس کا چوں کہ وہ اپنا ہی گھر ہے اور بڑے ہونے کی وجہ سے حضرت شیخ ہی کا وہاں انتظام چلتا تھا حضرت اقدس نے بندہ سے فرمایا: ''جاؤ باہر مجمع میں سے چار پانچ خاص آدمیوں کو اندر بُلا لاؤ''۔ بندہ نے سوچا: خاص خاص کا مطلب یہی ہوگا کہ جو زیادہ بزرگ ہوں ان کو لیجاؤں چناں چہ بندہ نے پرانے پرانے میواتی بزرگ صورت حضرات کو ایک ایک کر کے اندر لے جانا شروع کیا جب اسی طرح دو تین بزرگوں کو لے گیا تو حضرت نے گھور کر دیکھا اور فرمایا: تم جاؤ روٹی کھاؤ، فی کس دو دو پتلی چپاتیاں ملتی تھیں یا شاید ایک ایک، باقی وہی لنگر کا کھانا ہوتا تھا، پھر کسی دوسرے صاحب سے فرمایا کہ: ''تم لے کر آؤ''۔ وہ صاحب شیروانی والے بابوؤں اور تاجر قسم کے رئیس اور نازک مزاج لوگوں کو لے آئے۔ سب کے جانے کے بعد حضرت نے فرمایا: تم جن لوگوں کو لائے وہ یہاں بھوکے رہتے ان کے لیے تو باہر کا کھانا ہی بہت اچھا ہے خوشی سے پیٹ بھر کر کھاتے ہیں لیکن ان دوسرے حضرات سے اول تو باہر کا کھانا کھایا نہ جاتا کھا لیتے تو پیٹ میں درد ہوتا ان کے لیے تو یہ کھانا بھی مجاہدہ ہے۔ اس واقعہ سے بندہ نے سمجھا اکرامِ ضیف میں ہر مہمان کی حیثیت کی رعایت بھی ضروری ہے۔ حیثیتوں کا فرق اور اختلاف اور بھی کئی طرح سے ہوتا ہے، کوئی مستقل مہمان، کوئی ایک ہی دن کا مہمان ہوتا ہے، کوئی اپنا کھانا ساتھ لاتا ہے کوئی محض طفیلی ہوتا ہے کوئی اصلاح اور مجاہدۂ نفس کی غرض سے آتا ہے کوئی صرف ملاقات کے لیے آتا ہے، اس طرح دسترخوان پر ہر شخص کی حیثیت کا لحاظ رکھنا اور رعایت کرنا حضرت اقدس کا مستقل معمول ہے امیر آدمی بہت زیادہ توجہ اور اہتمام سے خوش ہوتا ہے غریب آدمی اس کی بہ نسبت بہت تھوڑی سی توجہ سے اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے، یہ طرز حضرت والا کے ہر معاملہ میں پایا جاتا ہے یہ فطری امر ہے کہ جو غریب آدمی اپنے گھر فقر وفاقہ میں گزر کرتا ہے اس کے لیے باسی روٹی اور باسی سالن بھی پلاؤ اور متنجن کا حکم رکھتا ہے اور جو خوشحال آدمی اپنے گھر اچھی اور عمدہ خوراک کھانے کا عادی ہو اس کے لیے باسی روٹی سزا کے مرادف ہے۔

۹۔ حرمین شریفین میں سخاوت کا اہتمام، سخاوت کی مقدار میں نہیں بلکہ نوعیت کے اعتبار سے میرے مرشد کی نرالی ادائیں:

اس قسم کے واقعات اور قصے لکھنے کو جی نہیں چاہتا تھا، لیکن پھر سوچا اگر لکھنے والے کا اخلاص اللہ کے

ہاں قبول ہو جائے تو ہر جویائے حق کو عموماً اور متوسلین کو خصوصاً اس سے بہت نفع پہونچتا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں قطب عالم حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے:

''اگر لوجہ اللہ نیت خیر سے کسی نیک کام کو ظاہر کر دیا تو مضایقہ نہیں، بلکہ بعض اوقات ازدیادِ خیر (کا باعث) ہے''۔ خدام و متوسلین کی تعلیم و تربیت کی غرض سے حضرت اقدس کو بھی بار ہا یہ کہتے سنا ہے کہ: کسی کے نفع کی خاطر اگر میرا ثواب ضائع بھی جائے تو مجھے گوارا ہے''۔ بندہ کے خیال میں یہ بھی ایثار و سخاوت کا اعلیٰ مرتبہ ہے اور انشاء اللہ ان وجوہ سے ثواب مضاعف ہی ہوگا۔

''فضائلِ صدقات'' میں ارباب سخاوت کے جو پُرانے قصے لکھے ہیں ان کی تصدیق حضرت اقدس کے عمل سے ہوتی ہے بشرطیکہ مندرجہ ذیل تین امور کو پیش نظر رکھا جائے۔

الف: حضرت اقدس اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی نعمتوں کی قدر دانی اور اپنے زُہد کو چھپانے کی غرض سے اپنے کو اعلیٰ درجہ کا ''بخیل'' فرمایا کرتے ہیں اسلام کی تعلیم ہے اگر کھانا کھاتے وقت کوئی لقمہ گر جائے تو اُٹھا کر کے اسے کھالینا چاہیے اور کفرانِ نعمت نہ کرنا چاہیے، لیکن ناقدروں اور غافل احمقوں کے نزدیک قدیم زمانے سے یہ عمل بہت گھٹیا اور قابل شرم سمجھا گیا ہے، لیکن حضرت اقدس کی قدر دانی اور نعمت شناسی کا یہ معاملہ صرف کھانے پینے کی چیزوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اللہ جل شانہٗ کی ہر نعمت کے بارے میں حضرت اقدس کا یہی معمول ہے خواہ ردّی کاغذ کا ٹکڑا ہو خواہ ٹھنڈے پانی کا ایک گھونٹ ہو، ردّی لفافہ ہو یا رسی وغیرہ کا کوئی ٹکڑا ہو، غرض کوئی بھی معمولی سے معمولی چیز ہو اس کے ضائع ہونے پر آپ کو بڑا افسوس ہوتا ہے اور خدام کو اس کے ضائع ہونے پر تنبیہ ہوتی ہے، ہم لوگ اپنی ناسمجھی سے حضرت کی خاص عادت پر محمول کر کے مسکرا کر چُپ ہو جاتے ہیں، حالاں کہ حضرت والا اپنے کو سرتاپا احتیاج اور اُس چیز کو مالک محبوب کا عطیہ اور نعمت سمجھتے ہیں اس کی قدر کرتے ہیں اور ضائع ہونے پر افسوس ہوتا ہے۔ جس طرح عام لوگ کسی بزرگ کی عطا کردہ چیز کو تبرک کے طور پر استعمال کرتے ہیں حضرت والا کے ہاں ذرا ذرا سی چیز اور ایک ایک پیسہ کی بڑی قدر قیمت ہے اور یہی معاملہ حضرت والا کا اوقات کے بارے میں ہے کہ ایک ایک منٹ کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی نعمت اور بیش بہا قیمتی عطیہ سمجھتے ہیں، ان دونوں چیزوں کی قدر دانی اور نعمت شناسی کے بے شمار واقعات ہیں۔

ب: دوسری بات حضرت والا کی مالی حالت ہے کہ آپ کو ہمیشہ ''مقروض'' ہی سنا ہے زکوۃ تو کبھی فرض ہوئی ہی نہ ہوگی کیوں کہ حضرت اقدس دینی کاموں میں خفیہ بھی اور اعلانیہ بھی بڑی بڑی رقمیں خرچ

فرماتے ہیں، مال ادھر آتا ہے اُدھر جاتا ہے، آپ کے پاس کبھی ٹھہرتا ہی نہیں کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو۔

ج: تیسری بات حرمین شریفین کی خصوصیت ہے، حرمین شریفین میں اور لوگ بھی بڑی بڑی رقمیں خرچ کرتے رہتے ہیں لیکن ان حضرات میں مذکورہ بالا دو خصوصیت تو سرے سے ہوتی ہی نہیں ہاں ایک اور خصوصیت مستزاد ہوتی ہے کہ وہ زکوٰۃ وصدقہ اور خیرات دینے کے لیے زیادہ محتاج اور ضرورتمند کو تلاش کرتے ہیں باقی رہے تحفے اور ہدیے تو وہ ان لوگوں کو دیئے جاتے ہیں جن سے ذاتی تعلقات یا شناسائی ہو۔

حضرتِ والا بھی کافی رقمیں محتاجوں، ضرورت مندوں کو یا مدارس ومساجد اور دینی اداروں میں دیتے رہتے ہیں اور اپنے خدام، متوسلین اور علماء ومشائخ نیز احباب کو تحفے اور ہدیے بھی دیتے رہتے ہیں۔

غرض اس قسم کے اخراجات کا تو عام رواج ہے ہی بندہ یہاں ان میں سے صرف ایک قسم یعنی ہدایا کی کچھ تفصیلات بیان کرنا چاہتا ہے جس سے حضرت والا کی سخاوت کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے اور یہ حُبِّ خدا وحُبِّ رسول کے تحت خرچ کرتے وقت اس طرح بے پروائی کے ساتھ دیتے ہیں جیسے مال کی ان کی نظر میں کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لاکھوں کے مالک ہوں گے۔

کئی ہزار ریال تو حضرت والا حرم شریف کے شرطیوں، موذنوں اور اغوات کے لیے مدینہ طیبہ پہونچتے ہی بندہ کے حوالے فرماتے ہیں، شرطیوں اور موذنوں کے لیے عموماً پانچ پانچ سو ریال کی رقمیں ہوتی ہیں لیکن اغوات کے لیے ایک مرتبہ دو ہزار ریال (ہندی روپے چھ ہزار) اور ایک مرتبہ ایک ہزار ریال کی رقم سپرد کی حالاں کہ ہر شخص جانتا ہے اور حضرت اقدس کو بھی معلوم ہے کہ ان اغوات کے بیوی بچے اور خانگی اخراجات کچھ زیادہ نہیں ہیں، تنخواہیں بھی حکومت سے ملتی ہیں، شہر میں بیشمار قدیمی اوقاف ان کے نام ہیں جن کی آمدنی ان کو ملتی ہیں۔ حجاج وزائرین بھی جو لاکھوں کی تعداد میں ہر سال آتے ہیں وہ بھی عموماً کچھ نہ کچھ ان کو پیش کرتے ہیں غرض وہ کسی طرح بھی ضرورت مند اور محتاج نہیں ہوتے۔ حضرت والا تنہائی میں رقمیں دے کر یہ بھی فرمادیا کرتے ہیں کہ ان کو میرا نام بتانے کی ضرورت نہیں کہہ دینا ایک ہندی حاجی نے دیئے ہیں۔ یہ اغوات حضرات سارا دن صفہ کے کنارے بیٹھے رہتے ہیں، صرف شب جمعہ میں جالی شریف کے اندر جا کر روضہ شریف کا گرد وغبار صاف کر دیتے ہیں، حضرت یوں فرمایا کرتے ہیں کہ ان کی نسبت خدام بارگاہ نبوت کی ہے میں ان کو یہ رقمیں زکوٰۃ صدقہ کی تو دیتا نہیں، یہ تو ہدیہ ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ پہونچنے کے ساتھ ہی حضرت والا کو بہت زیادہ اہتمام انہی ہدایا کے پیش کرنے کا ہوتا ہے جس کی شاید بندہ کے سوا کسی کو بھی خبر نہ ہو کہ مدینہ منورہ کے ہر سفر میں روضہ شریف

پر حاضری سے پہلے اغوات کے لیے اور مدینہ منورہ کے فقراء کے لیے کچھ نہ کچھ بندہ کے حوالے ضرور فرمادیتے ہیں اور یوں ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا حکم ہے:

﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً﴾ اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کروتو سرگوشی کرنے سے پہلے ہدیہ پیش کیا کرو۔

اس کے بعد تو دورانِ قیامِ مدینہ فقرا اور بیوگان کے حالات کی تحقیق تو مجھ سے اور دوسرے لوگوں سے چپکے چپکے کرتے ہی رہتے ہیں، مگر روضۂ اقدس پر حاضری سے پہلے ہدایا وصدقات کا کچھ نہ کچھ حصہ تقسیم کرنے کے لیے بندے کو ضرور دے دیتے ہیں، تاکہ اتنے حضرت غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر روضۂ اقدس پر حاضر ہوں، اتنے کچھ نہ کچھ ضرور تقسیم ہوجائے۔

اس مرتبہ ۹۰ھ کے سفرِ مدینہ طیبہ کے موقع پر ایک عجیب چیز کا اضافہ کردیا کہ بابِ جبرئیل سے مدرسہ علوم شرعیہ کے دروازے پر پہونچنے تک جو دال سیو چھولے وغیرہ بیچنے والے سڑک پر دوکان لگائے کھڑے رہتے ہیں، ساتھیوں میں سے کسی سے دریافت فرماتے: یہ کیا بک رہا ہے۔ بینائی کی کمی کی وجہ سے صاف نظر نہ آتا تھا۔ ساتھی بتاتے تو حکم ہوتا: دو چار کیلو خرید لاؤ۔ خود کو تو دانت نہ ہونے کی وجہ سے کھانے کی نوبت نہ آتی، عشا کے بعد کی مجلس میں ہم سب خدام پر تقسیم فرمادیتے ہیں، جس کے بال بچے ساتھ تھے، ان کو المضاعف (دگنا) حصہ ملتا کہ یہ محترمہ کے لیے لیتے جانا، کسی نرم چیز میں سے کچھ چکھ بھی لیتے سخت چیزوں کے تو چکھنے تک کی نوبت نہ آتی۔

اسی طرح حرم شریف میں زمزمی حضرات نمازیوں اور زائرین کو زمزم پلانے آتے ہیں تو پیشاب کی تکلیف کی وجہ سے زمزم تو حرم شریف میں حضرت نوش نہیں فرماتے ہیں مگر ہم لوگوں کو حضرت اشارہ فرمادیتے ہیں کہ ان کو کچھ پیسے دے دو اور فرماتے زمزم تو حرم شریف میں خریدنا منع ہے، لیکن ہدیہ دینا تو منع نہیں ہے وہ زمزمی حضرات بڑے خوش ہوتے اور دعائیں دیتے۔

۱۰۔ نعمت کی قدر شناسی کا ایک اور واقعہ ۴۵،۴۴ء

میوات میں نوح کے بعد دوسرے سال اٹاوہ کا مشہور اجتماع:

اس عظیم اجتماع کے فوراً بعد اتفاق سے بارش ہوئی، جلسہ گاہ کے باہر دیہات کی کچی زمیں پر خوب کیچڑ ہوگی دیہاتی باہر سے کیچڑ میں بھری جوتیاں پہنے پنڈال کے اندر دریوں پر آ جارہے تھے جلسہ ختم

ہو چکا تھا اس کثرت سے کیچڑ بھری جوتیاں پہنے آئے گئے کہ دریاں بھی باہر کی زمین کی طرح ہی ہو گئیں حضرت اقدس کو بھی وہاں سے گزرنا تھا بندہ پیچھے پیچھے تھا اور خیال بھی نہ تھا کہ اس حالت میں بھی یہاں جوتا اُتارنا ہے، حضرت والا نے فرش کے قریب پہونچ کر جوتا اُتار کر ہاتھ میں لے لیا اور کیچڑ پر ہی چلنا شروع کر دیا میرے آقا کے نورانی پاؤں کیچڑ سے بھر گئے عرض کیا: یہاں تو کوئی بھی جوتا نہیں اُتارتا، فرمایا: ''اسی وجہ سے تو یہ فرش اس قدر خراب ہو گیا یہ فرش ہے اس پر جوتا اُتار کر چلنا چاہیے''۔

اب احباب ومتوسلین کی حیرت اور قدر شناسی کی غرض سے سلوک سلسلہ کے دو واقعے سپر دِ قلم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ احباب کے لیے مفید اور نفع بخش ہوں گے۔

۱۱۔ حضرت اقدس فداہ ابی وامی کی پہلی زیارت اور بندہ کی دستِ مبارک پر بیعت کا واقعہ:

۴۴ء میں جب بندہ کا قیام بسلسلہ تعلیم لکھنؤ میں تھا تو چھٹیوں میں اپنے وطن ہوشیار پور جاتے ہوئے صرف ایک دن سہارنپور ٹھرنے کا پروگرام بنایا کیوں کہ اس سے تین سال قبل جب کہ میں اسکول میں پڑھتا تھا، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی خدمت میں خطوط بھی لکھا کرتا تھا اور ان کی کتابیں بھی پڑھا کرتا تھا اُسی زمانہ میں حضرت اقدس کی کتاب خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی بھی نظر سے گزری اس کتاب کے ایک جملہ نے دل پر عجیب قسم کا اثر کیا اور خود بخود بندہ کے دل میں حضرت والا سے عقیدت ومحبت پیدا ہو گئی تھی وہ جملہ کتاب کے باب مزاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں تحریر فرمایا ہے: بعض علماء نے اس حدیث میں سو سے زائد فوائد ومسائل بیان کیے ہیں۔ اس ذات کے قربان جس کے ایک مزاحیہ فقرہ میں سو سو مسائل حل ہوتے ہوں اور ان علماء کی قبروں کو حق تعالیٰ شانہٗ سراپا نور بنادے جنہوں نے اپنے رسول اکرم ﷺ کے مبارک کلام کی اس قدر خدمت کی کہ ایک ایک حدیث سے کتنے کتنے مسائل استنباط کیے ان کو محفوظ رکھا اور پھیلایا''۔

اس غیر معمولی اثر کے نتیجہ میں بندہ کو بیداری سے پہلے خواب میں حضرت اقدس کی زیارت نصیب ہو گئی تھی اور اس خواب میں حضرت سے دودھ پینا بھی یاد پڑتا ہے اس وقت سے ہی بندہ کو حضرت اقدس کی غلامی میں داخل ہونے کا بھی شوق پیدا ہو گیا تھا کیوں کہ بندہ اپنے خیال میں پیری مریدی کا حاصل عشق ومحبت کے حصول کو ہی سمجھتا تھا کہ اسی سے رذائل دور ہو سکتے ہیں اور اخلاص پیدا ہو سکتا ہے اور یہ

عشق ومحبت کا مضمون شمائل کے شارح کے بیان میں بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے لہٰذا اُنھیں کے غلام بنیں گے شاید کچھ مل جائے۔ لیکن اس میں جلدی نہیں کرنی سب مشہور بزرگوں کی خدمت میں جا کر مناسبت دیکھیں گے جہاں ہو جائے۔

غرض اس سفر میں حضرت والا سے ملاقات کے موقع پر ہی بندے نے اپنا پروگرام عرض کر دیا کہ آج ایک دن آپ کی خدمت میں ٹھہرنا ہے اور کل صبح کی گاڑی سے جانا ضروری ہے، دوسرے دن بندہ کو سب سے پہلے چائے پلائی گئی کہ اس کی گاڑی کا وقت ہو رہا ہے، لیکن بندہ نے عرض کیا کہ ''ارادہ بدل گیا ہے ایک دن اور ٹھہروں گا''۔ فرمایا: کیوں ٹھہرو گے؟ کیا کام ہے؟ کیا کام ہے؟ کل تو کہہ رہے تھے کہ ضروری جانا ہے، اسی لیے مجھے صبح ہی سے تمہاری گاڑی کا فکر ہو رہا ہے چائے میں دیر نہ ہو جائے، کل مدرسہ وغیرہ بھی دیکھ چکے ہو گے پھر بلاضرورت کیوں ٹھہر رہے ہو؟ یہ نہ سمجھنا کہ یہ مجھے سہارن پور سے بھگا رہا ہے میرا مطلب یہ ہے کہ پروگرام کیوں بدلا اگر کوئی کام ہو کچھ خریدنا ہو تو ہم حضور کی مدد کریں خدمت کریں''۔ بندہ نے عرض کیا: ''سنا ہے بزرگوں کے پاس رہنے سے اصلاح ہوتی ہے اس لیے ٹھہر گیا ہوں اور کوئی کام نہیں''۔ حضرت مسکرائے اور خوش ہو کر فرمایا: اور تم نے خیال کیا کہ گھر جاتے ہوئے لگے ہاتھ یہاں ''اصلاح'' بھی کراتا جاؤں میں اس خدمت کے لیے بھی حاضر ہوں مگر یہ کام چلتے چلاتے نہیں ہوا کرتے، خیر آج شوق سے ٹھیرو کل چلے جانا۔

اس کے بعد ۴۵ میں جب کہ بندہ کا قیام دیوبند میں تھا اور کبھی کبھی جمعہ کے دن حاضری دیتا رہتا تھا ایک دن بیعت کے لیے درخواست پیش کر ہی دی۔ اس پر حضرت نے بڑی حیرانی سے فرمایا اس کے لیے مجھ سے کیا واسطہ؟ خود میرے دو اکابر موجود ہیں ایک حضرت مدنی اور وہاں تم رہتے ہی ہو اور دوسرے حضرت رائے پوری وہاں سے بھی تم واقف ہو، ملاقات کر چکے ہو، ایک چاند ہے ایک سورج جدھر چاہو بیعت ہو جاؤ'' بندے نے عرض کیا: یہ سب ٹھیک ہے مگر بیعت آپ ہی سے ہونا ہے اگر حضرت والا کو کوئی خاص عذر ہو تو پھر کہیں بھی بیعت نہیں ہونا''۔ اس پر حضرت نے استخارہ کرنے کا حکم دیا اور دوسرے دن عصر کے بعد مدرسہ قدیم کی مسجد میں ملنے کا حکم فرمایا۔ بندہ حاضر ہوا تو ایک بار پھر سمجھایا جب بندہ کی پختہ رائے دیکھی تو بیعت فرما لیا اور حضرت مدنی کی مجلس میں حاضر ہوتے رہنے کی تاکید فرمائی۔ دیوبند پہونچ کر بندہ نے عریضہ لکھا کہ حضرت مدنی کی مجلس میں تو سیاسی باتیں ہوتی رہتی ہیں اور بندہ کو اس سے دلچسپی نہیں''۔ جواب میں تحریر فرمایا: تمہیں لوگوں کی باتیں سننے کے لیے نہیں کہا، تم

حضرت کی طرف متوجہ رہو اگر کچھ فرمائیں تو سن لو۔ بندہ نے لکھا کہ: اسباق کی وجہ سے اس کی بھی فرصت نہیں ہوتی۔ تو فرمایا: تو پھر اُن کے ساتھ ان کی مسجد میں نماز پڑھ لیا کرو یہ مجلس میں حاضری سے بھی زیادہ مفید ہے، اس پر بندہ نے عمل کیا اُس نماز میں بڑی لذت آتی تھی اور نماز میں کافی انتظار کے بعد جب حضرت تشریف لاتے تو زیارت کر کے ایک دم دل میں محبت کا جوش پیدا ہوتا تھا۔

بعد میں معلوم ہو گیا کہ حضرت اقدس سے بیعت ہو جانا گزشتہ اور موجودہ سارے ہی بزرگوں سے تعلق پیدا ہو جانے کے مترادف ہے سب کی خصوصیت اور برکات وفیوض یہاں جمع ہو کر بے مثال موزونیت اور جامعیت کے سانچہ میں ڈھل گئے ہیں۔

نہ کہیں دیکھا نہ سنا جمال ایسا کمال ایسا

الحمد للّٰہ علی ذلك

۱۲۔ سلوک میں شیخ کے زیرِ توجہ رہنے کی اہمیت، بستی نظام الدین اولیا میں قیام کے زمانہ ۴۶ء میں شیخ کے ''مہمان'' کے لیے کھچڑی پکانے کا واقعہ:

معمول یہ تھا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طویل تراویحوں کے بعد حضرتِ اقدس کی مختصر سی مجلس ہوتی پھر حضرت نوافل شروع فرما دیتے اور سحری تک نماز میں کھڑے تلاوت فرماتے رہتے بندہ کو حکم تھا کہ میرے پیچھے بیٹھے رہو خواہ کچھ پڑھتے رہو خواہ خالی بیٹھے رہو جب نیند آئے یہیں لیٹ جاؤ بندہ سوتا تو نہیں تھا، لیکن کبھی کبھی کچھ فضول باتوں کی طرف خیال چلا جاتا تو حضرت سلام پھیرنے پر فرماتے: مولوی صاحب کہاں ہو؟ پھر سو ہی جاؤ''۔ ایک دن مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ان کو سخت خونی پیچش ہو رہی تھی اور انہوں نے غالباً فرط ادب کی وجہ سے کسی پر اس کا اظہار بھی نہیں کیا تھا اور حضرت اقدس کے ساتھ دسترخوان پر گوشت وغیرہ ہر چیز خاموشی سے کھا لیتے تھے، بندہ نے ایک دن سوچا کہ میں تو رات کو خالی ہوتا ہوں کیوں نہ مطبخ میں جا کر ان کے لیے تھوڑی سی کھچڑی پکالوں دس منٹ میں ہو جائے گی حضرت والا بھی اس سے خوش ہوں گے کہ علی میاں ان کے محبوب خصوصی مہمان ہیں اور استاد کی خدمت کرنے کی وجہ سے بندہ کو بھی سعادت مند سمجھیں گے اس لیے کہ بندہ کو ان کی ہر طرح سے خدمت کرنے کی حضرت والا ہمیشہ ترغیب فرمایا کرتے تھے چناں چہ بندہ دس پندرہ منٹ کے لیے اپنی جگہ سے چلا گیا جب واپس آیا تو فرمایا: ''تمہیں تھوڑا سا کام بتایا تھا۔ صرف بیٹھنے کا، وہ بھی تم سے نہ ہو سکا تم نے آج اپنا

بہت نقصان کیا''،اور یہ فرما کر پھر نیت باندھ لی۔ بندہ سوچتا رہا۔ یہ سمجھ میں آیا کہ شیخ کی اطاعت میں کسی بھی وجہ سے، بال برابر بھی فرق نہ آنا چاہیے اور ساری توجہ انہی کی ذات اقدس اور ملازمت میں صرف ہونی چاہیے کسی بھی دوسرے شخص کی طرف خواہ وہ کتنا ہی بزرگ ہو اور کسی بھی دوسرے کام کی طرف خواہ وہ کتنا ہی نیک کام ہو، متوجہ نہ ہونا چاہیے اور اب یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ حضرت کی مشغولیت کے اوقات، خصوصی انعامات اور نزول برکات نیز خاص توجہ کے اوقات ہوتے ہیں ان اوقات میں حاضر باش طفیلی بھی نوازے جاتے ہیں یہی مطلب تھا حضرت اقدس کے اس فرمانے کا کہ ''تم نے اپنا بہت نقصان کیا'' واللہ اعلم، مگر افسوس بندہ کو احساس کے باجود بھی اب تک عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔

یہ دو واقعے یقین ہے کہ عقیدت مندوں اور متوسلین کے لیے ان شاء اللہ ضرور بصیرت کا موجب ہوں گے۔ باقی حضرت اقدس کے معمولات اور معاملات سے متعلق واقعات جن کے جمع کرنے کا میں نے قصد کیا ہے ان شاء اللہ احباب کے تعاون سے آیندہ لکھوں گا۔

وباللّٰه التوفيق وهو حسبي ونعم الوكيل

(صوفی) محمد اقبال

وارد حال مدینہ طیبہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام)